"می آؤں ۔ می آؤں" مور کی آواز تو آئی پر ایسے جیسے سَر میں وہم آتے ہیں ، مدھم اور مرتے ہوئے ۔

ورچن اٹھا اور مشقت سے قدم رکھتا ہوا کنارے پر چڑھنے لگا ۔ بیل گڈ کے پہیّوں کے نشان ابھی موجود تھے ۔

بھکشو ٹیلا اپنی جگہ بدل چکا تھا ۔ اب وُہ راستے سے خاص دور جا کر بیٹھا تھا ، پر تھا اتنا ہی جتنا چھ سات برس پہلے تھا اور جتنا تب تھا جب اس بستی میں پہلی بار کنک کُوٹی گئی ۔ لِنگ ٹیلے پر کسی نے ایک دیا جلایا تھا جس کی مدھم روشنی میں لِنگ کا سایہ ڈولتا تھا اور بڑا ہو کر آسمان کو چُھوتا تھا ۔ اُس کے پاس گیندے کے چند مرجھائے ہوئے پُھول پڑے تھے ۔۔۔ بستی کے اندر ہونے لگا تو چند کتّے غرّاتے ہوئے آگے آئے پر ورچن شانت رہا ۔ نہ بولا نہ کچھ اُن سے کہا اور وُہ اُس کی بُو جان گئے اور دُمیں ہلاتے پیچھے ہو گئے ۔ وُہ جو چھ برس سے کم تھے وُہ بھونکتے رہے تھوتھنیاں لمبی کر کے غرّاتے رہے پر اُنہوں نے جب اپنے سے بڑوں کو دُم ہلاتے چاؤں چاؤں کرتے دیکھا تو جانا کہ یہ بندہ اِسی بستی کا ہے اور وُہ بھی چُپ ہوئے اور پیچھے ہو گئے ۔

گھر کے اندر اندھیرا تھا ۔۔۔ پر پانی گرنے کی آواز آتی تھی ۔۔۔ اور کنویں والے کمرے سے آتی تھی ۔ پاروشنی پانی سے بھرا اور چھلکتا ہوا بوکا دونوں ہاتھوں سے اٹھائے سر پر ڈالنے کو تھی ۔۔ اُس نے ورچن کو چھپر تلے کھڑے دیکھا اور اُس کے اندر اتنے برسوں بعد ایک بار پھر مور بولا "۔۔۔ می آؤں ۔ می آؤں ۔"

پیڑھی پر بیٹھی پاروشنی نے گُھٹنوں پر دونوں کُہنیاں ٹِکا کر سر جھکایا اور چولہے میں پھونک مار کر اُپلوں کو دُھخانے کا جتن کیا پر اُن میں سے سفید دھواں ایسے اُٹھا جیسے اُن پر پانی ڈال دیا گیا ہو اور وُہ دُھواں چھپر تلے مٹّی کے تھڑے پر لیٹے ورچن کے نتھنوں میں گیا تو اُس نے اِسے اپنے اندر تک کھینچا جیسے وُہ بس اِسی دُھویں کی آس میں سات ندیوں کے آس پاس کی بستیوں سے لوٹ آیا تھا ۔۔۔ صرف اسی اُپلوں کے دھویں کے لئے جو اُس کے نتھنوں میں جاتا تھا تو بتاتا تھا کہ میں پاروشنی کے چُولہے میں سے اٹھا ہوں اور وُہ میرے سامنے پیڑھی پر ایسے بیٹھی ہے کہ اُس کے کُولہے اُس پر بھار ڈالتے ہیں اور وُہ جم کر بیٹھی ہے ۔

وُہ ہری یوپیا سے سیدھا ادھر نہیں آیا تھا ۔ وُہ جدھر گیا تھا ادھر کا بھید اُس نے کسی کو نہیں بتایا تھا ۔ چھ سات برس کی مُدت بہت مُدت ہوتی ہے اور کہیں ٹِک کر ہی گذرتی ہے ۔۔۔ وُہ

گھاگھرا کے اوپر اُس بستی میں تھا جسے کالی بنگن بولتے ہیں ۔۔۔ یہ بستی بہت بڑی تھی اور وہاں کے رہنے والے انہیں نہیں جانتے تھے جو اُسی دریا کا پانی پیتے تھے ۔۔۔ وہاں بھی پکی نالیاں تھیں ۔ پانی رکھنے کے لئے پکے گڑھے تھے پر وہاں کے لوگ موہنجو اور ہری والوں سے زیادہ نرم اور ملوک تھے ۔ وہاں بھاگ دوڑ نہ تھی ۔ اور سب سے بڑی بات جو ورچن کے پاؤں روکتی تھی وُہ یہ تھی کہ وہاں ابھی اونچی ناک والے نہیں گئے تھے ۔ یہ نہیں کہ وُہ اُسے جانتے نہیں تھے پر جیسے وُہ ہری اور موہنجو میں تھے ، مال ڈنگر چراتے ہوئے وُہ پکے گھروں سے آگئے تھے ویسے وُہ کالی بنگن میں نہ تھے ۔۔۔ وہاں ورچن ٹھہرا اور وہاں مندری بھی تھی ۔ اُس کے دو بچے ہوئے اور وُہ دھیرے دھیرے جڑیں پکڑنے لگا ۔ پھر ایک شام وُہ کالی بنگن کی بڑی گلی میں گھومنے کو نکلا ۔۔۔ اُسے اپنی بستی سے نکلے چھ برس سے اوپر ہو چکے تھے ۔۔۔ اُس کو گھاگھرا میں ڈالے ہوئے چھ برس سے اوپر ہو چکے تھے جو رویانہ تھا ۔ وُہ جانتا نہ تھا ، کہ وُہ اُس کا تھا یا سمرو کا اور پھر بھی اُس کے لئے اُس کی آنکھیں بھیگتی تھیں تو اُس سیاہی میں کُھلتی شام میں اُس کے تتھنوں میں اُپلوں کے دھویں کی بُو آئی ۔۔۔ کالی بنگن کے تنوروں میں بالن کے لئے من چھٹی ڈالتے تھے پر جانے کیوں آس پاس کسی تنور میں یا شائد چُولہے میں اُپلے سُلگتے تھے اور دُھواں دیتے تھے اور وُہ دُھواں ورچن کے تتھنوں میں آیا تو وُہ پھر واپس نہ گیا اور وُہیں سے کالی بنگن کی بڑی گلی سے سیدھا باہر نکلا اور کھیتوں میں بیٹھے اپنے کو خالی کرتے لوگوں سے پرے ہوتے ہوئے وُہ گھاگھرا کے کنارے اُوپر کی طرف جانے لگا ، جدھر سے دریا آتا تھا اور جدھر اُس کی بستی تھی ۔۔۔ اور اب پاروشنی چُولہے میں رکھے اُپلوں کو پھونکیں مار مار کر دُھخاتی تھی اور اُن کا دُھواں ورچن کے تتھنوں میں دُھومیں مچاتا تھا ۔

"تم سمرو سے ملے ؟" ۔۔۔ وُہ سر اُٹھا کر بولی ۔۔۔ اور یہ پہلی بات تھی جو اُس نے کہی ۔ یہ پہلی بات تھی جو اُس نے اتنے برس بعد اُس سے پُوچھی کہ تم سمرو سے ملے ۔۔۔ وُہ جب آیا تھا تو گھر کے اندر تاریکی تھی پر پانی گرنے کی آواز آتی تھی ۔ پاروشنی پانی بھرا بوکا دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے کو تھی تو اُس نے اُسے چھپر تلے کھڑے دیکھا تھا ۔۔۔ ورچن آپ ہی آپ مسکرایا کہ پاروشنی اب بھی پانی بِنا نہیں رہ سکتی تھی ، پانی اُسے جانے کیا دیتا تھا اور پھر اُس نے بوکا زمین پر رکھا ، اپنے آپ کو لیڑوں کے اندر کیا اور بنا کُچھ کہے ، کچھ پُوچھے وُہ چُولہے کے آگے پیڑھی پر بیٹھ کر اُس کے لئے اَن پانی کا بندوبست کرنے لگی تھی ۔۔۔ اور اب اُس نے پہلی بار مُنہ کھولا تھا اور پہلی بات کہی تھی ۔۔۔ تُم سمرو سے ملے ؟

"نہیں ۔۔۔ ابھی نہیں ۔۔۔ میں جب ادھر آیا ہوں تو میرے بالوں میں ریت اور مٹی تھی اور میرا پیٹ پچکا ہوا تھا ۔ ماس پر جُھریاں تھیں اور میری آنکھیں کہیں اور تھیں دیکھتی نہ تھیں ۔ میں اپایاندی تک تو ٹھیک تھا ۔۔۔ کھاندی بھی میں نے پار کرلی ۔۔۔ اور پھر مجھے کچھ ہوا ۔۔۔ اور جب میں نے پکلی کے آوے کا دُھواں دیکھا ہے تو میں ایسا ہی تھا اور ڈورگا نے مجھے اپنے پاس رکھا ۔۔۔ مجھے ادھر آئے کئی دن ہو گئے ہیں پر میں آج ادھر آیا ہوں ۔۔۔ میں ابھی سمرو سے نہیں ملا"

"وُہ اپنے چھپر میں ہوتا ہے اور وُہ تمہارے لئے بہت دُکھی ہوتا ہے ۔ جب وُہ سوتے میں دیکھتا ہے تو کئی بار تمہیں دیکھتا ہے ۔۔۔ تم کہاں تھے ؟"

اُپلوں کے دُھویں کے لئے اور اس سوال کے لئے وُہ لوٹا تھا کہ تم کہاں تھے ۔۔۔

اُس نے اپنے سفر کے دن رات اُسے سنائے ۔۔۔ وُہ سواد جو اُس کی زبان تک آئے اور اُس کے کے تالو میں پُھوٹے اور وُہ رُتیں جو اُس کے پِنڈے پر بیتیں اور وُہ تھکاوٹ جو ہر مسافر کے پاؤں میں سارا وقت بیٹھی رہتی ہے جب وُہ گھر سے باہر ہوتا ہے ، چاہے آرام سے ہو مزے سے ہو اور کھاٹ پر پڑا رہے تب بھی وُہ تھکاوٹ اُس کے پاؤں میں بیٹھی رہتی ہے اور وُہ جاتی ہے تو اُس سمے جب وُہ واپس آتا ہے اور ایک گھر کے اندر پاؤں رکھتا ہے تو گھر سے باہر اور درمیان وُہ چلی جاتی ہے ۔ تو ورچن کے پاؤں بڑے نرم اور ہلکے ہو رہے تھے اور وُہ باتیں کر رہا تھا پچھلے برسوں کی جو اُس نے بستی سے دُور بتائے ۔

"بستی میں دُھول بہت اوپر تک جاتی ہے ۔۔۔" آخر میں ورچن نے کہا ۔

"کِس بستی میں؟" پاروشنی سبز توریاں ہانڈی میں ڈال رہی تھی تو یہ سُن کر کہ بستی میں دُھول بہت اوپر تک جاتی ہے وُہ کھلکھلائی اور بولی ۔

"اِس بستی میں ۔۔۔ جسے ہم نے آج تک کوئی نام نہیں دیا ۔۔۔ ڈورگا کہتا تھا مینہ بہت کم آتا ہے اس لئے ۔۔۔"

پاروشنی چُپ رہی اور ڈوئی سے توریوں کو ہلاتی رہی ۔ ہانڈی نویں نکور تھی اور اُپلوں کا دُھواں اُسے چاٹ چاٹ سیاہ کر رہا تھا ۔

"میں تو کہہ چکا اب تم کہو ۔۔۔" اُسے چُپ پاکر ورچن نے کہا ۔

"میں ویسی ہی رہی جیسی تھی ۔۔۔ سویرے بستی کی جھجھروں اور مٹکوں میں پانی بھرتی تھی ۔ اپنا کھیت کھودتی تھی ، سب لوگوں کے ساتھ اُوپر دیکھتی تھی کہ مینہ برسے ۔۔۔ خالی

آسمان دیکھتی تھی ۔ تمہیں پتہ ہے کہ باجرے کا بیج ختم ہوگیا ہے ۔۔۔ ہم کوئی سنبھال کر تو رکھتے نہیں تھے ۔ ایک بار بویا اور دوسری بار کاٹتے ہوئے اگلی بار کے لئے رکھ لیا ۔۔۔ تو وُہ مٹّی میں دبا رہا اور پانی کے بغیر سُوکھ سڑ گیا ۔۔۔ دُھروا کو ہلکائے کُتوں نے کاٹ لیا جو کسی سیہے کے پیچھے رُکھوں سے نکل کر ریت کی طرف گئے تھے ۔۔۔"

"دُھروا گیا ؟"

"نہیں اُس نے اپنے کاٹے پر آک کا دودھ نچوڑا اور اب ٹھیک ہے۔"

"وُہ خود بھی تھوڑا سا ہلکایا ہوا ہے ۔۔۔" ورچن مسکرایا پر پاروشنی دھیرے دھیرے باتیں کرتی رہی "اور ڈور گا اچھا بھلا ہوتا ہے اور چونک جاتا ہے اور کان پر ہتھیلی جما کر کہتا ہے ، سُنو سُنو ۔۔۔ اور ہم کچھ نہیں سُن پاتے لیکن وُہ کہتا ہے کہ میں سُنتا ہوں اور تم مجھے سُن کر بتاؤ کہ میں کیا سُنتا ہوں ۔۔۔ اور چیوا ابھی تک رُکھوں سے نہیں لوٹا ۔۔۔ مامن ماسا کے پاس ہے ۔۔۔"

"جانے وُہ ہیں بھی یا نہیں ۔۔۔"

"وُہ ہیں ۔۔۔" پاروشنی یقین سے بولی "وُہ تمہاری اور میری طرح ہیں ۔۔۔ میں جب بھی جھیل کو جاتی ہوں تو وُہ رُکھوں میں ہوتے ہیں ۔۔۔ اب وُہ نیچے نہیں آتے ، مجھ سے بات نہیں کرتے پر میں جانتی ہوں کہ وُہ وہاں ہیں ۔۔۔"

"جھیل کو جاتی ہو؟"

"بہت کم ۔۔۔ وہ سُوکھ گئی ہے"

اور ورچن کی آنکھوں میں وُہ رات گہری ہوئی جب پاروشنی کے اندر گھنے اندر جہاں نَم تاریکی تھی وہاں کچھ بولتا تھا اور اُن دونوں پر پُورا چاند پڑتا تھا اور وُہ رُکھوں کے بیچ جھیل کے پاس اُس کلرا ٹھی زمین پر جہاں کبھی جھیل تھی لیٹے تھے اور وُہ وہاں تھے جہاں پرندے مرنے کے لئے آ جاتے تھے اور اُن کے جسموں تلے پرندوں کی ہڈیاں کڑکڑاتی تھیں اور پاروشنی کلرا ٹھی زمین پر ایسے پڑی تھی جیسے پتّوں اور ٹہنیوں والا ایک سالم رُکھ وہاں گر پڑا ہو ۔۔۔ وہ پتّے بُوٹے جو پکلی نے اُس کے پنڈے پر اُلیکے تھے ۔۔۔۔

پاروشنی ڈوئی چلاتے ہوئے رُکی اور اُدھر دیکھا جہاں ورچن ٹھڑے پر بیٹھا تھا اور وُہ بہت کم دکھائی دیتا تھا ۔ اُپلوں کی روشنائی پاروشنی کے مُہاندرے کو تو لشکاتی تھی پر وہاں سے مُشکل سے ویہڑے تک جاتی تھی اور ٹھڑے پر بیٹھے وُرچن تک نہ پہنچتی تھی ۔ تاریکی بہت گہری تھی

اور اس میں ایک گرم بے چینی تھی ۔۔۔ پاروشنی نے ورچن پر نظر ڈالی اور وہ جان گئی کہ اُس کی آنکھوں میں کیا ہے اور وُہ کہاں ہے ۔۔۔ اور وُہ اُس کے پنڈے پر اُلیکے بیل بوٹوں میں ہے ۔۔۔ اور وُہ یہ بھی جان گئی کہ وہاں کسی اور بستی میں وُہ اسی طرح تھڑے پر بیٹھ کر اَن پانی کی اُڈیک میں کسی ایسے ہی مُہاندرے کو دیکھا کرتا تھا جس پر چولہے میں جلنے والی آگ کا لشکارا پڑتا تھا ۔۔۔ اور وُہ اُسے چھوڑ کر اگیا تھا ۔

اور اُس سمے مور بولا "می آؤں ۔ می آؤں" پر ایسے بولا جیسے آخری بار بولتا ہے اور اُسے صرف ورچن اور پاروشنی نے سُنا ۔

"یہ اب بھی ہے ؟" ورچن اندھیرے میں بولا ۔

"ہاں ۔۔۔ پر اب اس کے پَر جھڑنے لگے ہیں اور اس کی جھاڑو جھالر کے رنگ پھیکے ہوتے جا رہے ہیں ۔ پچھلی بار جب میں ادھر گئی تو میں پاس سے گذر گئی پر اُس نے مجھے دیکھا نہیں ۔۔۔ اُس کی آنکھیں بوڑھی ہو کر کم دیکھتی ہیں ۔۔۔ اور تمہیں پتہ ہے ڈوبو مٹی بھی اب پیڈی ہو گئی ہے ۔ ایک روز میں نے پندرد کو اُس پر چلتے دیکھا ۔۔۔"

"تُو بھی اُس پر چلی ؟" ورچن اچنبھے میں بولا۔

"نہیں ۔۔۔ میں نے پاؤں کا بھار ڈال کر دیکھا ہے کہ وُہ پیڈی ہو چکی ہے پر مُجھ میں ہمت نہیں ہے ۔۔۔ میں نے اُس کے درمیان جو راستے بنا رکھے ہیں اُن پر چلتی ہوں ۔۔۔ میں اُس پر نہیں چل سکتی جس میں میرے سامنے کئی جنور اور بندے دھیرے دھیرے دھنس کر نیچے ہوئے اور گم ہوئے ۔ اور کیا پتہ وُہ کہیں سے پیڈی ہو چکی ہو اور کہیں سے ابھی ڈوبو ہو ۔۔۔ اُوپر سخت دکھائی دے اور نیچے سے وہی گہرا کیچڑ اتنا کہ رُکھ ڈُوب جائے اور اُس کا ٹہنی پتہ بھی گم ہو جائے تو پتہ نہ چلے ۔۔۔"

ورچن نے یہ نہ پُوچھا کہ ڈوبو مٹی جو تب سے تھی جب سے رُکھ تھے ، بستی اور گھاگھرا تھے تو اب یہ پیڈی کیسے ہو گئی کیونکہ یہ تو ہر کسی کی سمجھ بُوجھ میں آتا تھا کہ ڈوبو مٹی پر ہر برس بڑا پانی آتا تھا اور ٹھہرتا تھا اور اتنی دیر ٹھہرتا تھا کہ سارے برس میں وُہ جتنی خُشک ہوتی تھی اتنی پھر گیلی ہو کر نرم کیچڑ میں بدلتی تھی ۔ تو اگر وُہ پانی اب اُس تک پُہنچے ہی نہیں تو وُہ ڈوبو کیسے رہے ۔۔۔ وہ تو سُوکھے گی اور پھر مینہ بھی کم ہوا تو اور خشک ہو گی ۔۔۔ اور پندرد ہرن اُس پر چلتا تھا ۔

ہانڈی پک گئی تو پاروشنی نے اُسے اٹھا کر برابر کے خالی چولہے پر رکھ دیا ۔ اور پھر دہکتے

ہوئے اُپلوں پر مٹّی کے توے کو جما دیا ۔۔۔ یہ تو ایوں تو پکلی نے پکا کر دیا تھا پر چولہے پر چڑھنے سے اب یہ سُرخ پتھر کی طرح لگتا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد پاروشنی نے توے کو اُنگلی سے چھوا اور پھر سی کر کے پیچھے ہو گئی ۔ وہ اتنا گرم ہو چکا تھا کہ اُس پر روٹی پک سکے ۔ وُہ چاہتی تو بستی کے تنور پر جا سکتی تھی پر وُہ آج جانا نہیں چاہتی تھی ۔ ورچن دُور سے ہانڈی کے گول تھلّے کو دیکھتا رہا جس پر چھوٹی چھوٹی چنگاریاں چمک کر بجھتی جاتی تھیں ۔۔۔ بہت برسوں پہلے جب وہ ایسے ہی روٹی کے لئے مُنہ کھولے بیٹھا رہتا تھا تب اُس کی میّا جب ہانڈی پکاتی تو بعد میں دیر تک اُس کا تھلّا اسی طرح تاریکی میں جگمگاتا رہتا ۔۔۔ اور وُہ اُسے اچنبھے سے تکتا کہ یہ کیسے ہوتا ہے ۔ اور آج بھی وُہ اِسے تاریکی میں چمک کر بجھتے دیکھتا تھا جیسے ہانڈی کے سیاہ تھلّے میں ایک تاروں بھرا آسمان چمک کر بجھ رہا ہے ۔۔۔ اور وُہ اِسے اچنبھے سے تکتا تھا ۔۔۔ میّا اور پاروشنی ایک ہیں ؟

سبز توریوں میں رُت بدلنے کا سواد اور سندیسہ تھا اور ورچن نے اُن کی تازگی کو دیر تک مُنہ میں رکھا ۔۔۔ کھانے کے بعد وُہ اُس کے قریب پیڑھی پر بیٹھا رہا اور اُس کے وہاں ہونے کو اپنے پاس ہونے کو محسوس کرتا رہا ۔ وُہ بھی پیڑھی پر تھی اور اُس کے کُولہے اپنا بوجھ ڈالے اُسے ایسے رُکھ کی طرح کرتے تھے جس کا تنا نیچے سے بڑا ہوتا ہے اور سارے کو سہارتا ہے ۔۔۔ چولہے میں اُپلے سفید راکھ تلے مدھم پڑ رہے تھے اور دریا کی طرف سے ٹھنڈک ہولے سے چلتی آتی تھی ۔

"اب تو رہے گا یا پھر جائے گا؟"

"میں نہیں جانتا ۔۔۔" ورچن جُڑے ہوئے گھٹنوں سے ٹھوڑی اُٹھا کر بولا "میں کوئی من مرضی سے تھوڑا جاتا ہوں ۔۔۔ میری مرضی تو ادھر تیرے پاس ہے ۔۔۔ ادھر اِس چولہے کے پاس جس میں سُلگتے اُپلے تیرے مہاندرے کو ایسے لشکاتے ہیں جیسے بادلوں کی چمک سے کالے ہرن کا جُثہ لشکتا ہے ۔۔۔ پر میں اپنے آپ میں نہیں ہوتا اور نکل جاتا ہوں ، جیسے ماسا گیا ، چیوا گیا ۔۔۔ وُہ بھی من مرضی سے تو نہیں گئے اُنہیں جانا پڑا ہے ۔ میں بھی رہ نہیں سکتا ۔ میرے تلووں میں چیونٹیاں کروٹ لیتی ہیں کہ چل چل ۔۔۔ اور میں چل دیتا ہوں اور جب پہلی رات آتی ہے اور میں کسی اَن جانی مٹّی پر لیٹتا ہوں اور اُس کی باس میرے اندر جاتی ہے اور پھر اُس آسمان کو دیکھتا ہوں جو دیکھا ہوا ہے پر وہاں سے کوئی اور لگتا ہے ۔۔۔ تو پھر میرے اندر بُلبلے چُھوٹتے ہیں جیسے نیچے مچھلی ہو تو اُوپر پانی پر چُھوٹتے ہیں اور پھر ۔۔۔ میں اُس بڑے جُثے

کا ایک حصّہ بن جاتا ہوں جو یہ سب کُچھ ہے ۔۔۔ ہمارے آس پاس ، اُوپر اور نیچے ، آسمان مٹی تارے اور دریا اور سب کُچھ جو اِن میں سانس لیتا ہے اور رینگتا ہے تو میں اُس بڑے جُثّے کا ایک حصّہ بن جاتا ہوں اور تب تک بنا رہتا ہوں جب تک وُہ مجھے اپنائے رکھتے ہیں ۔۔۔ اور پھر ایک ایسا سانس آتا ہے جو مُشکل آتا ہے اور اُس میں کہیں اُپلوں کا دھواں اور گھاگھرا کی ٹھنڈک تیرتی ہے اور پھر میں ایسے میں من مرضی کے بغیر اُس بڑے جُثّے سے اپنے آپ کو الگ کر لیتا ہوں اور اپنی بستی کی طرف لوٹتا ہوں ۔

"بندہ رُکھ تو نہیں جو ایک جگہ جڑیں پھیلا کر حیاتی ختم کر دے ، یہ تُو نے کہا تھا ۔۔۔ اگر سارے ایسے ہی کریں تو بستیاں کیسے آباد ہوں ۔۔۔ یہ تو اجڑ جائیں"

"بستیاں بندے نہیں اُجاڑتے ۔ ان کے سانس بھی ہماری طرح ہوتے ہیں ، جب تک آتے رہتے ہیں تو یہ آباد رہتی ہیں اور بند ہو جائیں تو اُجڑ جاتی ہیں ۔۔۔ ہاں ان کے سانس ہم سے کُچھ زیادہ ہوتے ہیں ۔"

"تُو اُسے چھوڑ آیا ؟"

"کسے ؟"

"اُسے ۔۔۔ جو میری طرح چولہے کے پاس بیٹھی تھی اور اُس کا مہاندرا اُپلوں کی روشنائی سے لشکتا تھا ۔۔۔ اُسے"

"ہاں ۔۔۔"

پاروشنی اٹھی اور اپنی تھکاوٹ کو سنبھالتی چھپّر تلے بچھے پرالی کے ڈھیر میں جا لیٹی ۔ ورچن نے اُس کی جانب دیکھنے کی کوشش کی پر وہاں صرف اُس کے پاسا پلٹنے سے جو پرالی چرمراتی تھی اُس کی آواز تھی ، نہیں تو تاریکی تھی ۔ وُہ پیڑھی سے اٹھا ، کمر پر ہاتھ رکھ کر سیدھا ہوا اور پھر تھڑے پر جا کر لیٹ گیا ۔۔۔ اُس نے اپنی لُونگی کے لڑ ڈھیلے کئے تاکہ آرام سے بھرے پیٹ کے ساتھ سانس لے اور سوئے ۔۔۔ وُہ پاروشنی کو دیکھ نہ سکتا تھا پر اُس کے کان ادھر لگے تھے اور پرالی چرمراتی تھی ۔۔۔ وُہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ پاروشنی جو پاسے پلٹتی ہے اُسے آنے کو کہتی ہے ۔۔۔ یا تھکاوٹ سے ایسا کرتی ہے ، پر جان نہ سکا ۔

"پاروشنی ۔۔۔" اُس نے پُکارا اور اپنی آواز کے ساتھ ہی اٹھ بیٹھا ۔۔۔ "میں اس بستی کے لئے نہیں تیرے لئے لوٹ کر آیا ۔۔۔" اُس نے اندھیرے میں اُس کے پنڈے کو جانا اور یہ جانا کہ وُہ ویسی ہی ہے جیسے اُس رات رُکھوں کے بیچ ۔ کلرا اٹھی زمین پر جہاں کبھی جھیل

تھی ۔ تب وُہ اُسے دیکھ سکتا تھا اور اُس کے پِنڈے پر دیکھنے کو بہت کچھ تھا ۔۔۔ وُہ اُس کے برابر لیٹنے کو تھا کہ پاروشنی اپنی ہتھیلی کے سہارے اُٹھ کر بیٹھ گئی اور سرگوشی کی "۔۔۔۔ وُہ اس کوکھ میں یُوں ٹھہرا جیسے ایک پہاڑی کھوہ میں ہرن آباد ہوا ۔ ٹھہرا اور پھر چلا گیا ۔۔۔ اور تم پُوچھتے ہو کہ وُہ کہاں ہے ؟"

ورچن کا پِنڈا جو دُھکنے لگا تھا ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا ۔ اُس کا ہاتھ جہاں تھا رُک گیا ۔ اور وُہ ٹھیک طرح سے بول نہ سکا ۔ "تم بُھولتی نہیں ۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔" پاروشنی کی آواز آئی اور اُس نے جانا کہ اُس کی آنکھیں سُوکھی نہیں ہیں ۔

"تم میں ابھی بہت گرمی ہے جس میں بہت کُچھ پھوٹے گا ۔۔۔"

"اور سُوکھے گا ۔۔۔ گرمی زیادہ ہو تو ڈوبو مٹّی بھی سُوکھ جاتی ہے ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ پر ۔۔۔ تم ایک بار پھر ویسی ہو جاؤگی" ورچن کا ہاتھ آگے ہوا تو پاروشنی کا ہاتھ اُس پر آیا ۔۔۔ "نہیں ۔۔۔"

اور ورچن چپکے سے اٹھ کر تھڑے پر جا لیٹا ۔ پاروشنی اب پاسے نہیں پلٹتی تھی پر وہاں سے اُس کے دُکھ کی ایک ہلکی آواز کبھی کبھی آتی تھی اور ورچن کے اندر تک جاتی تھی ۔۔۔ اُسے اُس نے گھاگھرا میں نہیں اپنے اندر ڈبویا تھا ۔۔۔ وُہ چُپ رہا کہ وُہ اپنے روگ کے ساتھ اکیلی رہنا چاہتی تھی ۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ورچن کا گلا سُوکھنے لگا ۔۔۔

"وساکھ کی راتیں اتنی گرم تو نہیں ہوتی تھیں ۔۔۔"

"پاروشنی تھوڑی دیر چُپ رہی جیسے اپنے آپ کو سنبھالتی ہو اور پھر بولی ۔۔۔ "ایسی ہی تھیں"

"نہیں ۔۔۔ ان برسوں میں بڑا فرق پڑ گیا ہے ۔ اتنی گرم نہیں تھیں"

"مجھے نہیں لگتا ۔۔۔"

تم ادھر تھیں اس لئے ۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ اس سمے ٹھنڈک ہوتی تھی اور جُسے کے لُوں دانوں کی طرح اُبھرتے تھے ۔۔۔"

"اور اس کے باوجود تمہیں پیاس بہت لگتی تھی ۔ تم ساری رات اٹھ اٹھ کر پانی پیتے تھے ۔۔۔ کیا تھا تمہارے اندر جو اتنا پانی مانگتا تھا ۔۔۔"

"مجھے ؟" ورچن سوچ میں پڑ گیا اور پھر اُس نے جانا کہ وہ ابھی اپنے روگ کے ساتھ ہے اور

کہیں اور ہے "تم بھی تو پانی بِنا نہیں رہ سکتیں ۔ آج جب میں آیا ہوں تو ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔" پاروشنی کی آواز میں اب وُہ دُکھ کچھ کم تھا "مجھے پتہ تھا کہ تم آؤ گے اور یہ بھی پتہ تھا کہ تم رات کو اٹھ کر اپنے سرہانے ہاتھ پھیرو گے پانی کے لئے ۔۔۔ تو ذرا دیکھو اپنے سرہانے ۔"

ورچن نے وُہیں لیٹے لیٹے بازو سیدھا کر کے ہتھیلی پھیلائی تو وہاں تھڑے کے ساتھ ایک جھجھر کی لمبی گردن تھی جو ٹھنڈی تھی ۔

"رات کو پیاس لگے تو پی لینا ۔ اب میں سوتی ہوں" ۔۔۔ اُس کے پاسا پلٹنے کی چرمراہٹ ہوئی اور پھر تھوڑی دیر بعد اُس کے کانوں میں پاروشنی کی چوڑی ناک اور کھلے موٹے ہونٹوں سے برابر کے نکلنے والے گہرے اور بھرے ہوئے سانس کی آواز آنے لگی۔

پیاس مجھے تو نہیں سمرو کو بہت لگتی ہے ۔۔۔ اور یہ ابھی تک نہیں جان سکی کہ ورچن کون ہے اور سمرو کون ہے ۔

ورچن نے بھی پاسا پلٹا اور سونے کا جتن کرنے لگا ۔

اور پیاس بہت تھی ۔ یہ پیاس کا خواب تھا یا پیاس تھی ۔ اُس کا پنڈا بھیگ رہا تھا اور ہاتھ گلے پر تھا جس کے اندر خشکی کی ٹریڑیں پڑ رہی تھیں ۔ زبان پر اور مُنہ میں اور گلے کے اندر ناگ پھنی سُوکھتی تھی اور کانٹے بکھیر کر اُسے بے جان کرتی تھی ۔ وُہ نری ہوا نگلتا رہا کہ تھوک خشک ہو چکی تھی اور یہ پیاس اُس کے اندر پھیلی جاتی تھی اور وُہ سُکڑتا جا رہا تھا ۔ اُس کا مُنہ کُھلا ہانپتا تھا جیسے پیاسے جنور ہانپتے ہیں ۔۔۔ اور پھر وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا ۔۔۔

جھجھر اُس کے سرہانے دھری تھی ۔

سمرو نے جھجھر کی گردن پر ہاتھ دھرا ۔

ہاں اور پھر رات کی چُپ تھی ۔ چیتر کی چاندنی پھیکی پڑتی تھی اور وُہ دونوں بے سُدھ منہ کھولے ٹھنڈے اور تھکن سے ٹوٹتے سوتے تھے ۔۔۔ اور پار وشنی بازوؤں میں مُنہ رکھے اوندھی سوتی تھی ۔۔۔ تب پہلی بار جھجھر میں پانی کم ہوا تھا ۔۔۔ سارے جانتے تھے کہ وُہ ہر سمے سُوکھتا رہتا ہے ، اُس کا تن پانی بنا مر جھاتا رہتا ہے اور پانی سے بھری ایک جھجھر سارا وقت اُس کے پاس دھری رہتی ہے ۔۔۔ جھجھر کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہی وُہ اُس کی ٹھنڈک سے جان جاتا کہ پانی یہاں تک ہے اور اتنا ہے ۔۔۔ اُس رات جب پار وشنی بازوؤں میں مُنہ رکھے اوندھی سوتی تھی اور سمرو کا گلا خشک ہوا اور اُس نے جھجھر کے گلے کے گرد انگلیاں لپیٹیں تو اُسے کچھ ہوا تھا ۔۔۔ شک ہوا تھا کہ سوتے وقت جہاں تک پانی تھا اب اُس سے ذرا نیچے ہے اور اُس نے پیا نہیں تھا ۔۔۔ یہ چھ سات برس پہلے کی بات ہے ۔

اور آج پھر اُسے کچھ ہوا ۔۔۔ پر یہ شک نہ تھا ۔۔۔ یقین تھا ۔۔۔ وُہ اب جانتا تھا ۔ جب وُہ سویا تھا تو جھجھر کے مُنہ سے پانی چھلکتا تھا اور اب وُہ نیچے جا چکا تھا ، گردن کے آدھے تک بیٹھ گیا تھا ۔ سمرو اُٹھ بیٹھا ۔۔۔ کیا پچھلے چھ سات برس میں پانی کم نہیں ہوا یا میں نے دھیان نہیں کیا اور اگر دھیان کیا ہے تو آج کیوں کیا ہے ۔۔۔ یہ پانی جو کم ہوتا ہے تو کیوں ہوتا

ہے ۔۔۔ اُس کے اندر پیاس تو تھی پر اب ڈر بھی سُوکھنے لگا ۔۔۔ ایک لمبا گھونٹ بھرنے کے بعد وُہ پھر لیٹ گیا ۔۔۔ پانی کم کیوں ہوتا ہے ۔۔۔؟ لیٹے ہوئے اُس نے بازو سیدھا کر کے انگلیاں ججھر کی گردن کے گرد لپیٹ دیں جیسے وُہ جواب دے گی ۔۔۔ ججھر کی مٹّی اُنگلیوں سے کہے گی کہ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ مُجھ میں پانی کیوں کم ہو جاتا ہے پر ۔۔۔ اُس نے نہیں بتایا ۔۔۔ اور تب سمرو پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا ۔۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری بستی میں اب گرمی بڑھتی جا رہی ہے اور وُہ پانی کو سُکھاتی ہے ۔ پر نہیں ۔ رُت کیسے بدل سکتی ہے ۔۔۔ وُہ پھر لیٹ گیا اور نیند کے نرم پیروں والے چُپ پکھیرو اُس کے آنکھوں میں اترتے چلے گئے ۔

اور تب وُہ نیند میں کہیں گیا ۔

اُس نے پانی کو دیکھا ۔

اُس کے آس پاس اوپر نیچے آنکھوں اور بالوں میں پانی ہے اور وُہ ڈوبتا ہے اور ابھرتا ہے اور ابھرتا ہے تو اوپر بھی پانی ہے اور نیچے بھی پانی ہے ۔ مُنہ میں اور گلے میں اور اُس کا سانس کم ہونے لگتا ہے اور پھر پانی اور نیچے ہوتا جاتا ہے ۔ اُس کے کندھوں سے نیچے کمر تک اور پھر گھٹنوں سے پاؤں تک اُترتا ہے اور پھر وہاں سے بھی مٹّی کے اندر جذب ہوتا ہے اور پھر پاؤں تلے اُس کی نمی رہ جاتی ہے اور پھر گرمی بڑھتی ہے اور سب کچھ سُوکھتا ہے ۔۔۔ وہ ایک ایسی جگہ کھڑا ہے جس کے دونوں طرف اونچے خشک کنارے ہیں جو دُور تک جاتے ہیں ۔ اِن کناروں کے بیچ ایک خشک راستہ ہے کئی کَرو چوڑا اور اُس پر وُہ کھڑا ہے ۔ پاؤں کے نیچے سُوکھی ہوئی سیپیاں ہیں ، کنکر ہیں اور ٹھیکریاں ہیں اور ہر طرف ریت ہے اور جھاڑیاں ہیں ۔ سب اجاڑ ہے اور وُہ اکیلا کھڑا ہے اور اُس کا گلا سُوکھ رہا ہے ۔ اُس کے کانوں میں عجیب بولیاں ہیں اور وُہ کسی اور سمے میں ہے جو اُس کا نہیں ۔۔۔ پر اُس کی پیاس نہیں جاتی اُس کا جسّہ سُوکھتا ہے اور زبان پُھول کر باہر آ رہی ہے اور عجیب بات ہے اتنی گرمی ہے پر اُسے پسینہ نہیں آ رہا ۔ دُھوپ جلاتی ہے پر پسینہ نہیں آتا ۔۔۔ اور پیاس ۔

"سَمرو" ۔۔۔ کسی نے اُسے پکارا ۔

"سمرو ۔۔۔" پاروشنی نے اُسے دُور سے دیکھا ۔ وُہ گھاگھرا میں اُترتا جاتا تھا اور پانی اُس کے کانوں تک آئے ہوئے تھے اور اگر وُہ ایک قدم بھی آگے ہو تو پورا ڈوبتا تھا "سمرو ۔۔۔" پاروشنی نے چیخ کر اُسے بلایا ۔

اِس اجاڑ میں کون ہے جو مجھے جانتا ہے ۔۔۔ مجھے روکتا ہے ۔
ابھی ورچن اپنے تھڑے پر سوتا تھا کہ وُہ اٹھی اور بستی سے نکل کر دریا کی جانب چلنے لگی ۔ راستے میں سمرو کا چھپر تو تھا پر وُہ سویا ہو گا اُسے پتہ تھا پر اُسے یہ پتہ نہ تھا کہ وُہ یہاں ہو گا گھا گھرا میں چلتا ہوا ڈوبنے کو ۔۔۔ وُہ سروٹوں میں سے ہاتھوں میں راہ بناتی اُنہیں ہٹاتی کنارے کے نیچے آئی اور پھر دریا میں اُتری اور اُس سے چند ہاتھ پر ٹھہر گئی ۔ پانی میں سویر کی ٹھنڈک گھلی تھی اور پنڈے کے اندر تک جاتی تھی، ٹھٹھرتی تھی ۔۔۔ سمرو!
وُہ چونکا ۔۔۔ وُہ گھاگھرا میں تھا اور پاروشنی کمر تک پانی میں کھڑی اُسے بلاتی تھی ۔
اُس کا سانس ایسے آجارہا تھا جیسے جانے کو ہے اور وُہ اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے باہر آیا اور کنارے کی خشک ریت پر گر پڑا۔
"تم سوتے میں چلتے ہو؟"
"اُس نے آنکھوں پر انگلی اور انگوٹھا دبا کر اُن میں سے پانی نکالا اور اُسے دیکھنے لگا" ورچن آگیا ہے ؟"
"ہاں ۔۔۔ تم کیسے جان گئے ؟"
"میں کل ادھر آیا تو وُہ ڈور گا کے ساتھ ادھر بیٹھا تھا اور شام کو میں اپنے چھپر سے دیکھتا تھ جب وُہ ادھر سے گذر کر ادھر بستی کو گیا ۔۔۔"
"تم نے بلایا نہیں ؟"
"نہیں ۔۔۔ مجھے پتہ تھا جب میری باری آئے گی تو وُہ آپ ہی آجائے گا مجھ سے ملنے ۔۔۔"
"پر تم اس سمے جب سب سوتے ہیں گھاگھرا میں کیا کرتے تھے ؟"
"میں ؟" وُہ اٹھ کر بیٹھ گیا ۔" ریت اُس کے گیلے جُسّے سے چمٹی ہوئی تھی اور گیلی ہوتی تھ
"پتہ نہیں ۔۔۔ مجھے پتہ نہیں ہوتا ۔۔۔ اور میں ادھر آتا ہوں ۔ پہلے پیاس ہوتی ہے اور پ میں ادھر آتا ہوں اور گھاگھرا میں چلنے لگتا ہوں اور پانی میری ناک میں اور مُنہ میں جاتا ہے اور سانس اور پانی مل کر میرے پھیپھڑوں میں غرغر کرتے ہیں تو میں جاگتا ہوں ۔ پر آج ایسا نہیں ہوا ۔ آج تو میں چلتا گیا اور تم نے مجھے جگایا ۔۔۔"
سمرو نے اپنے سامنے بیٹھی اُس عورت کو دیکھا جس کے ماتھے کی ایک رگ اس لئے ہولے ہولے پھڑک رہی تھی کہ وہ اُس کے لئے فکر کرتی تھی ۔ اُس کے مہاندرے میں سے ایک ای

کالک پھوٹتی تھی جو بتاتی تھی کہ. وُہ اُس کے لئے ایسے فکر میں رہتی ہے جیسے اُس کی اپنی میّا رہا کرتی تھی ۔ "وُہ چیتر کی پھیکی چاندنی تھی پاروشنی جب تو میرے پاس آئی تھی ۔۔۔"

"کیا کہتے ہو ؟" پاروشنی نے سر جھٹکا "اُس کو تو بہت برس ہو گئے ۔۔۔"

"تم کو بہت برس ہو گئے پاروشنی ۔۔۔ اتنے برس گُذرے نہیں جتنے تم نے گذار دیئے ۔۔۔ اور تم نے اپنے آپ کو سُوکھا رکھا صرف اس لئے کہ وہ ایک رویانہ تھا اور تم اُسے اِس گھاگھرا میں ڈال آئی تھیں ۔۔۔ اتنے برس گذرے نہیں جتنے تم نے گزار دیئے ۔"

"بے انت برس گذر گئے ہیں پر تم کو اُن کی خبر نہیں کہ وُہ گذر گئے ہیں اور مجھے ہے ۔۔۔ جس سَمے میں نے اُسے اور اُس ایک پکھیرو کو جو میری کشتی میں آگرا تھا پانی میں ڈالا تو اُس سَمے ایک برس ہو گیا تھا اور جب میں کنارے پر آئی تھی تو دوسرا برس بیت گیا تھا اور جب میں واپس اپنی گلی میں آئی ہوں تو تیسرا برس بھی پلک جھپکتے گذر گیا تھا اور پھر ایسے ہی ہوتا چلا گیا اور اب تو مُجھے پتہ نہیں کہ کتنے برس ہو گئے اور سمرو تم بھی پوچھتے ہو اور ورچن بھی ۔۔۔ تو میں تمہیں بتاؤں کہ اُسے پانی میں ڈالنے کے بعد میں خود بھی پانی میں گئی اور اب میں جو ہوں وُہ ہوں جس پر بہت سارے برس بیت گئے ہیں تو میں ویسے کیسے ہو جاؤں جیسے کہ تھی ۔۔۔ جیسے ورچن کہتا تھا کہ میں اُس بڑے جُثّے کا ایک حصّہ بن جاتا ہوں جو یہ سب کُچھ ہے تو میں بھی ایسے ہو چکی ہوں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وُہ اس زمین سے الگ ہو جاتا ہے پر میں جُڑ چکی ہوں اور میں اب آسمان ، مٹّی تارے اور پانی ہوں کُچھ اور نہیں ہوں ۔۔۔ تمہارا بدن کانپتا ہے" اُس نے سمرو کا بازو پکڑ کر اُسے اُٹھایا "چلو اپنے آپ کو خشک کرو"

سَمرو ایک گُم مہاندرے کے ساتھ اُٹھا ۔ پاروشنی اُسے تھامے ہوئی تھی اور وُہ اُس پر بوجھ ہوا اور اُس کے کندھے پر سر رکھا تو اُس کی آنکھوں میں پانی اُترا ۔ پاروشنی نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا جیسے دلاسہ دیتی ہو اور کنڈ کو تھپکا ۔

"رات جُھجھر میں پانی پھر کم ہو گیا تھا ۔۔۔" وُہ ٹھٹھرتا ہوا بولا ۔

پاروشنی نے پھر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا "میں تمہاری میّا ہوں تم ڈرو نہیں ۔۔۔"

پکلی یہ نہ جان سکی کہ ڈور گارا توں کو اٹھ کر کہاں جاتا ہے ۔
یہ تو نہیں کہ وُہ اُس سے چُھپ کر جاتا تھا ۔ وُہ رات کو لیٹتا اور کبھی سیدھا ٹانگیں پھیلا کر نہ لیٹتا بلکہ جیسے وُہ جُھکا ہوا تھا اُسی طرح ایک بچے کی طرح اپنے بازو پر سر رکھ کر پڑ جاتا، تھوڑی دیر بعد وہ اُٹھتا اور چھپّر سے نکل جاتا ۔۔۔ سویر ہونے لگتی تو وُہ لوٹتا پر مٹی میں لُتھڑا ہوا جیسے وُہ برسوں سے اس میں دبا ہوا تھا اور اب زور لگا کر نکل آیا ہے ۔۔۔ وُہ پوچھتی تو وُہ چپ رہتا ۔
اُس نے آوے سے دُور رُکھوں کے پاس زمین کا ایک ایسا ٹکڑا دیکھا تھا جو ویسا ہی تھا جیسا کہ موہنجو کے بھٹے کے قریب تھا ۔ یہاں کی مٹی بُھسر نہ تھی یعنی اس میں ریت زیادہ تھی اور وُہ چِیکنی سی تھی ۔ وُہ رات کو وُہیں جاتا اپنی کسّی سمیت اور اُسے کھودتا ۔ وُہ یہ تو جانتا تھا کہ جتنا گہرا کھودو اتنی اچھی مٹّی ملتی ہے ۔ وُہ ہر رات مٹی ایک بڑے مرتبان میں بھر کر اپنے کاندھوں پر اٹھاتا اور آوے پر لے آتا ۔
پکلی نے دیکھا کہ آوے کے قریب اُس نے مٹّی سُوکھنے کو ڈالی ہے اور سُوکھنے پر اُسے ڈنڈے سے کُوٹ کُوٹ کر مہین کرتا ہے اور کنکر پتھر الگ کرتا ہے ۔ کنکر پتھر اگر مٹی میں رہ جائے تو آوے پر چڑھنے سے وُہ پُھولتے ہیں اور برتن بھانڈے میں سوراخ کر دیتے ہیں ۔۔۔ تو پکلی نے یہی سمجھا کہ وُہ آوا چڑھانے کی تیاری کرتا ہے ۔۔۔ پھر اُس نے دیکھا کہ مٹی میں پانی ڈال کر اُس نے گھانی بنائی اور ہاتھوں اور پیروں سے اُسے اچھی طرح مسلا اور باریک کیا جیسے آٹا گوندھتے ہیں ۔۔۔ ہاں اُس نے مٹی میں تھوڑی ریت بھی ملائی تاکہ اُس کی چکناہٹ کم ہو ۔ مٹی تیار کر کے اُس نے اُسے گڑھوں میں ڈال کر ڈھک دیا تاکہ وُہ خُشک نہ ہو جائے ۔ تب بھی پکلی نے یہی جانا کہ وُہ اِس مٹّی کو باسی کرتا ہے کیونکہ ایسی مٹی سے برتن پکا پیڈا بنتا ہے ۔ یُوں کئی دن گذر گئے پر اُس نے برتن نہ بنائے ۔
پکلی کے مُنہ میں اب دو ایک دانت ہی رہ گئے تھے اور وُہ کُچھ کھاتی تو اُس کا منہ پچک جاتا ۔

اُس نے سخت کام کاج اب ڈورگا اور اپنے بچوں پر چھوڑ دیا تھا ۔ سُکرا اور پُنڈ داب چاک گھمانا سیکھ چکے تھے اور وُہ صرف برتنوں پر چتر مور بیل بُوٹے بناتی رہتی ۔۔۔ جس برتن پر بیل بُوٹے نہ اُلیکے گئے ہوں اور وُہ بالکل سادہ کورا ہو اُسے بُسا برتن کہتے تھے اور دوسرے کو سجا ہوا کہتے تھے اور پکلی کے آوے سے آج تک کوئی ایسا برتن نہ نکلا تھا جو بُسا ہوا ہو، اُسے اس پر بہت مان تھا ۔ اُس کی گیری بھی بڑی پکی ہوتی تھی ۔ وُہ اُسے اتنا پیستی اتنا باریک کرتی کہ اُس پر سانس لینے سے وُہ ساری اُڑنے کو آتی ۔ تو آوے میں پکنے پر اُس میں لِشک بہت آتی ۔ پکلی یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ گیری کہاں سے آتی ہے ۔ سال میں ایک دوبار اُدھر سے تیڑی واس گذرتے تو وُہ اُن سے برتنوں کے بدلے گیری لے لیتی ۔ اُن میں سے کسی نے اُسے بتایا تھا کہ یہ صرف پہاڑوں میں ہوتی ہے ۔ پکلی صرف یہ جانتی تھی کہ پہاڑ پاسا کونسا ہے پر یہ نہیں جانتی تھی کہ سچ مچ کا پہاڑ کیسا ہوتا ہے ۔۔۔ تو ڈورگا رات کو اُٹھ کر چلا جاتا ۔۔۔ سویرے لوٹتا تو مٹّی میں مٹی دکھائی دیتا ۔

ایک سویر پکلی نے پُوچھا تو نہیں پر ڈورگا خود ہی بولا "میں جُھکا ہوا بندہ ہوں پر یہ جھکاؤ میرا اپنا نہیں بلکہ اُس زور کا ہے جو بے انت برسوں سے میرے جُتّے پر ایک بڑے کُچھو کی طرح سوار تھا ۔ پر میں خود جُھکتا ہوں تو نرا تیرے سامنے کہ تُو نے مجھے گھر کا سواد چکھایا ، مُجھے وہ کچھ دیا جو بے انت برسوں پہلے کبھی میرے ایسے بندوں کے پاس ہوا کرتا تھا ، ایک آسرا اور بال بچّے اور چُولہے پر ہانڈی اور پھر یہ سب کچھ مُجھ سے چھن گیا اور مجھے جنور بنا دیا گیا ۔ میں سیدھا آسمان کو دیکھتا تھا پر مجھے جُھکا دیا گیا ۔۔۔ تو پھر یہ ہے کہ میں پھر سے سیدھا ہونا چاہتا ہوں ۔۔۔ تم سب کی طرح ۔۔۔ اور میں جو کچھ کرتا ہوں تم وہم نہ کرنا ۔۔۔ میں اپنے لئے کچھ کرتا ہوں ۔۔۔"

کچھ دن گئے تو ڈورگا پکلی کے آوے سے دُور دریا کے قریب مٹّی ڈالتا تھا اور پھر کسی کے ساتھ اُسے پدھرا کرتا تھا ، ایک طرف سے اونچا کرتا ہے اور دوسری طرف سے نیچا کرتا ہے ۔ پھر اِس مٹی سے ایک آوا بناتا ہے ۔ پکلی نے دیکھا تو جان نہ سکی کہ وُہ کیوں ایسا کرتا ہے "تُو ایسا کیوں کرتا ہے؟ ۔۔۔ آوا ادھر جو ہے جو میرے والا ہے ؟"

"ہے پر جو میں پکاؤں گا اُس کے لئے مجھے اپنا آوا چاہئے ۔۔۔ برتن پکانے والے سے ذرا بڑا اور اُس سے الگ ۔۔۔"

"وہ کیا ہے جو آوے میں پک سکتا ہے پر وہ برتن نہیں ہے ۔۔۔ جھجھر ۔ صحنک ۔

گھڑا ۔ چاٹی ، چھونی ، کُنی ، ڈولا، گڈوا ، مَٹ ، دَوری ، جھانواں ، توے یا مرتبان کے سوا اور کیا ہے جو آوے میں پک سکتا ہے ؟"

"اور بھی ہے ۔۔۔" ڈور گا بولا ۔

اب وُہ رات کو نہ جاتا تھا ۔ اپنا کام کاج لپیٹ کر وُہ پچھلے پہر آوے کو چلا جاتا ۔ پکلی نے دیکھا کہ وُہ اپنی بنائی ہوئی مٹّی کو اب گڑھوں میں سے نکال کر اُدھر لے جاتا ہے اور اُس سے کچھ بناتا ہے ۔۔۔ وُہ وہاں گئی نہیں کہ یہ اُس کا اپنا جی تھا کہ وُہ کیا کرے اور کیا نہ کرے ۔۔۔ پر دُور سے وُہ دِکھتا تو بھاگتا ہوا ۔ اُس کے ہاتھ میں لکڑی کے سانچے ہوتے اور وُہ انہیں ادھر ادھر لئے پھرتا ۔۔۔ اور پھر ایک سویر پکلی مُنہ کھولے سوتی تھی اور اُس کے دو اور دانت اندھیری کھوہ ایسے کُھلے مُنہ میں ایسے تھے جیسے ابھی اُس کے اندر گر جائیں گے تو اُس کے گلے میں اور تھنھنوں میں ایک خاص بُو آئی جو آوے کے جلنے کی تھی ۔ گند مند جلانے سے یہ بُو ہر پاسے پھیل جاتی ہے اور اسی لئے سارے آوے بستیوں کے باہر اور ذرا ہٹ کر بنائے جاتے ہیں ۔ پر یہ کونسی رُت ہے آوا چڑھانے کی، پکلی نے آنکھیں ملتے ہوئے سوچا۔ پھاگن چیتر اور وساکھ کے پہلے دو چار دن تو ٹھیک ہوتے ہیں پر اب ۔۔۔ ہاڑ میں جب کہ مینہ جھکڑ بھی جُھل سکتے ہیں تو آوا چڑھانا تو بودن بات تھی ، تھوڑی مَت والی ۔۔۔

ورچن پانی بھرا ایک کُجا ہاتھ میں پکڑے سروٹوں کے اندر بیٹھا اپنے پیٹ کو خالی کر رہا تھا تو اُس سویر اُس کی ناک نے بھی آوے کی بُو اُس تک پہنچائی ۔۔۔ اور سمرو بھی سوتا تھا اور وُہ اب بہت دیر تک سوتا تھا ۔۔۔ زمین تیار کرنے اور بونے کے جو اوزار وہ بناتا تھا اب کم بناتا تھا کیونکہ باجرے اور تِل کی فصل جو کم ہو گئی تھی ۔ اور یوں ہوتا ہے کہ بازو پر باندھنے کو مُہریں اور گلے میں ڈالنے کی مالائیں بھی تبھی اچھی لگتی ہیں جب فصل اچھی ہو ، دانہ اُگے اور بُوٹا بنے اور یہاں بہت مُدت سے ایسا نہیں ہوا تھا ۔ وُہ سُورج سر پر آئے اٹھتا تھا اور اکثر اپنے چھپر میں بیٹھنے کی بجائے رُکھوں کے پاسے چلا جاتا تھا ۔۔۔ اور کئی بار اُس نے ماسا اور چیوا کو بھی دیکھا اور سوچا کہ ہم میں کون بستی میں ہے اور کون رکھوں میں ۔۔۔ میں یا یہ دونوں ؟ کچھ پتہ نہیں ۔ اُن کے لئے اُن کی بستی وُہ ہے جس میں وُہ کُودتے ہیں اور اپنی بستی کے پار ادھر ہم کو جنور سمجھتے ہیں ۔۔۔ تو سمرو ابھی سوتا تھا جب آوا جلنے کی بُو اُس کی ناک تک پہنچی ۔

اور جب ورچن سروٹوں میں سے اٹھ کر ادھر گیا اور سمرو اپنے چھپر میں سے نکل کر ادھر پہنچا تو آوے کی موہری میں سے کھرپڑ کے جلنے سے ایک نیم سیاہ دھواں آسمان کو اٹھتا تھا اور ڈور گا

بڑے سُکھ سے راکھی بیٹھا تھا ۔۔۔ عام طور پر پکاوٹ کے لئے دو دن بُہت ہوتے ہیں پر اِن دو دنوں اور دو راتوں کو آوے کی راکھی کرنی پڑتی ہے کہ کوئی اِسے خراب نہ کر دے ، کوئی جنور اِس کے اوپر چڑھ کر اِسے ڈھا نہ دے تو ڈور گا راکھی بیٹھا تھا ۔۔۔ اُس نے اُن دونوں کو پہلے دُور دیکھا اور وہ بہت دور تھے اس لئے جانے نہ گئے ، پھر جوں جوں پاس آئے تو ڈور گا نے اُن میں سے ایک کو پہچانا کہ یہ وہی ہے جو میرے آگے آگے چلتا تھا اور میں نے اسے ایک روز سروٹوں کے درمیان چلتے دیکھا تھا جب یہ نظر نہ آتا تھا پر جہاں جہاں اس کے پاؤں پڑتے تھے وہاں سے چھوٹی چڑیاں اڑتی تھیں اور پتہ چلتا تھا کہ اِن سروٹوں کے اندر کوئی چلتا جاتا ہے ۔۔۔ وُہ ورچن کی چال کو بہت جانتا تھا ۔۔۔ جتنی دیر میں وُہ ورچن کے بارے میں پکّا ہوا اتنی دیر میں سمرو بھی دکھائی دینے لگا ۔

یہ دونوں ایسے چلے آتے ہیں جیسے ایک جنور ہو اور یہ دونوں اُس کے آگے پیچھے کی ٹانگیں ہیں جو ہیں تو الگ پر ایک ہی جُثے سے جڑی ہوئی ۔۔۔ کس کے جُثے سے ؟ ۔۔۔ جواب اپنے آپ میں گم ہو رہی تھی جیسے پانی ریت میں گم ہوتا ہے ۔۔۔ وُہ بہت وکھری پاروشنی تھی جو اُس نے اُن رُکھوں میں دیکھی تھی جہاں اُس کی موجودگی خالی ہوئی تھی جس سے میل کرنے کو وُہ آیا تھا اور وُہ پاروشنی سارے رکھوں میں ایسے پھیلتی تھی کہ اُس کی مہک سے بندہ جنور تو کیا رُکھ اور بُوٹے بھی اپنے آپ کو زمین سے تڑاتے تھے ۔ اور اب وُہ گم ہو رہی تھی ۔۔۔ یہ دونوں اُسے دیکھتے تھے اور اِن کے سامنے وُہ گُم ہوتی تھی جیسے پانی ریت میں گم ہوتا ہے ۔۔۔

"یہ سویرے سویرے بُو تم پھیلاتے ہو ؟" ورچن نے دُور سے آواز دی ۔

"آوے کو جلائیں تو بُو آئے گی ۔۔۔" ڈرو گا مسکراتا ہوا کہنے لگا "اگلی بار اس میں کُترن کی ایک ٹہنی ڈال دوں گا تو بُو کم ہو جائے گی ۔"

سمرو کا مہاندرہ لال ہو رہا تھا "تم چھ سات برس پہلے گھاگھرا میں نہائے تھے اور آج تک اُس کے پانیوں میں تمہاری بُو ہے ۔۔۔ تمہارا کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا"

"سمرو یہ نہایا بھی تو ہزار برس کے بعد تھا ۔۔۔" ورچن کے چہرے پر بھی خوشی پھیلی "مُجھے چاہئے تھا کہ جب میں اسے کاندھوں پر اٹھا کر درشتدوتی پار کروا رہا تھا تو ایک ڈبکی لگاتا اور نیچے ۔۔۔ جب یہ پار ہو جاتا تو پھر اوپر آتا ۔۔۔۔"

"لو میں تمہیں نیچے جانے دیتا تھا ۔۔۔" ڈور گا کھسیانا ہو گیا میں نے تمہیں زرو سے پکڑ

رکھا تھا۔"

"اچھا تو تم مجھے ڈبکی لگانے سے روک لیتے ۔۔۔" ورچن اُس کے بودن ہونے پر بھی خوش ہوا ۔۔۔ وُہ ہنسنے لگا اور اُس کے ساتھ سمرو بھی ان دونوں کو ایسے دیکھ کر ڈور گا بھی نہ رہ سکا اور وہ بھی مُنہ کھول کر ہنسنے لگا ۔۔۔ وُہ بہت دنوں بعد ہنسے تھے ۔

ڈور گا خالی ہو گیا ہے ۔ ہنستے ہوئے ورچن نے سوچا ۔۔۔ وہ دیکھ رہا تھا ۔۔۔ ان چھ برسوں میں یہ جھکا ہوا انسان اور جُھک گیا ہے ۔ جو برس اُس پر بیتے تھے وہ اب پھر لوٹتے تھے اور اُس کے مُنہ مہاندرے پر اپنے نشان گہرے کرتے تھے ۔ یہ اب بہت کم دن رہے گا اور پھر اس کا سانس بند ہو گا اور یہ پار جائے گا ۔ وُہ جانتا تھا کہ اس جھکے ہوئے انسان کے پار جانے میں سانس بند ہونے سے وُہ ایسا دُکھی ہو گا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا ۔۔۔ پر اب یہ کیا کرتا ہے ، سویرے سویرے آوے کو جلا کر کیا پکاتا ہے ۔۔۔ اور ابھی چند دن پہلے جب وُہ بالوں میں ریت اور آنکھوں میں تھکن کے ساتھ گرتا اُجڑتا اُس کے پاس آیا تھا تو جو دُھواں اُس نے دیکھا تھا وُہ اِس آوے کا نہ تھا ۔ وُہ آوا تو ادھر پکلی کے چھیر کے ساتھ ہے تو اِس نے یہ کیوں بنایا اور اب کیوں چڑھایا ۔۔۔

ڈور گا بھی ہنس رہا تھا پر وُہ ورچن کو دیکھتا تھا اور اُسے جانتا تھا کہ یہ کس دُکھ میں ہے ، یہ جب اُس دن ادھر آیا تھا تو صرف بستی کے لئے ، گھر کے لئے نہیں لوٹا تھا اُس کے لئے لوٹا تھا جو خود لوٹ چکی تھی اور اب اُس کی آنکھوں میں وہی اجاڑ اور بیابانی تھی جو وہ اپنے سفروں میں گذارتا آیا تھا اور ڈور گا جانتا تھا کہ اُس کے سَر میں بھی یہی سوال ہے کہ آوا ادھر کیوں ہے ۔۔۔ "تم جانتا چاہتے ہو کہ میں نے اپنا آوا کیوں بنایا ہے اور کیوں چڑھایا ہے" ڈور گا ہنستے ہنستے رُکا "تو دو روز رُک جاؤ پھر خود ہی جان جاؤ گے کہ میں کیا پکاتا ہوں اور پھر تم میرا ساتھ دو گے ۔۔۔۔"

"ساتھ کس لئے دیں گے ؟" سمرو نے ہنسی روکی اور پُوچھا۔

"ایک موہنجو بنانے کے لیے ۔۔۔"

"کیا کہتے ہو ؟" ورچن کا ہاتھ اُس کے کندھے پر آیا ۔

"تم ایک جُھکے ہوئے کو اور کیوں جھکاتے ہو ؟" ڈور گا پھر مسکرانے لگا اور اُس کے ہاتھ کے بھار سے اپنے کندھے کو پرے کر لیا "تم آجانا اور دیکھ لینا"

ورچن کو پھر دکھ ہوا کہ وُہ بندہ جسے وُہ ریت اور رُکھوں اور ندیوں میں سے ادھر لے آیا تھا ، اب گھاس پھونس ہو رہا تھا اور اسی لئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا تھا ۔

"آؤ میرے چھپر تلے بیٹھتے ہیں، ادھر تھوڑی دیر میں دھوپ جُتے کو جلانے لگے گی ۔۔۔" سمرو نے کہا ۔ اور دُھوپ آنے سے پہلے ہی ہوا میں بُوٹا مُرجھا دینے والی گرمی تھی ۔۔۔ ایک بہت گرم دن آنے کو تھا ۔ ان دنوں پہلے اتنی گرمی نہیں ہوتی تھی پر اب ہونے لگی تھی ۔

"پر میں تو کہیں نہیں جا سکتا ۔۔۔" ڈورگا بولا "میں تو راکھی پر ہوں اور ادھر سے اُدھر نہیں ہوں گا جب تک یہ آگ اپنا کام نہ کر لے ۔۔۔ تم چاہتے ہو کہ یہ میرا آوا بیٹھ جائے ؟"

"تم دن رات ادھر رہو گے؟"

"ہاں ۔۔۔ میں ادھر بھی تو دن رات ایک کرتا تھا اُن کے لئے ۔۔۔ اب اپنے لئے کرتا ہوں" وُہ بولا اور ایسے بولا کہ وہ جان گئے کہ اب اُنہیں جانا چاہئے ۔۔۔ اور وُہ چلے گئے ۔

بُوٹے کی جڑوں میں مٹی کم ہو رہی تھی اور اُسے سانس لینے میں مُشکل پیش آ رہی تھی اور اُس کا وجود کپکپا رہا تھا اور مینہ موسلا دھار برستا جا رہا تھا ۔۔۔

پانی کے ذرّے سفید دھویں کی شکل میں پھیل رہے تھے ۔۔۔

جہاں چٹانیں تھیں وہاں مینہ ایک گہرے شور کے ساتھ ۔۔۔

جہاں پتّے اور گھاس تھی وہاں اس کی آواز گُم ہوتی جاتی تھی ۔۔

نہ دن اور نہ رات ۔ بس مینہ تھا جو لگاتار گر رہا تھا اور ہلکی نم پُر شور تاریکی تھی ۔۔۔

اور شروع میں جب ہر پاسے تاریکی تھی ۔۔۔

اور تاریکی پانیوں پر تیرتی تھی ۔۔۔ روشن ہو جا ۔۔۔ اور دیکھو وہاں روشنی تھی ۔۔۔

چٹان پر گرتے سارے پانی کا بہاؤ اُس کی طرف تھا جس کی جڑوں میں مٹی کم ہو رہی تھی ۔۔۔ اور یکدم تاریکی پھر پانیوں پر تیرنے لگی ۔

بُوٹے کی جڑوں میں سے مٹی کا آخری ذرّہ بہا تو وُہ گرا ۔ گرا تو رکاوٹ ہوا اور بہتے پانی اُس کے بیچوں بیچ راستے بنانے لگے ۔

وُہ برستے پانی کے بہاؤ کا ایک حصّہ بن کر اپنے گھر سے نیچے آنے لگا ۔۔۔

اور اُس ہلکی پُر شور تاریکی میں جو نہ دن تھا اور نہ رات ۔۔۔

پانیوں کی پگڈنڈیاں اُس کے آسے پاسے رواں تھیں جو کبھی اُس راستے میں آگرتیں جس میں وُہ بہتا تھا اور کبھی جُدا ہو کر دُور نکل جاتیں ۔۔۔

ایک پہر کا سفر پُورا ہوا تو تاریکی ہونے لگی مگر شور بڑھتا گیا ۔۔۔

وُہ برف کی ایک سفید چٹان کے نیچے سے گذرنے لگا جو اُس کے راستے پر یُوں جُھکی تھی کہ ذرا اور جُھکتی تو راستہ روک لیتی ۔۔۔۔

اور وُہ گذر نہ سکا ۔۔۔ وُہ ذرا اور جُھک کر اُس کا راستہ روک چکی تھی ۔